

تفہیم القرآن

الفیل

(۲)

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے
تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدبیر کو
اکارت نہیں کر دیا؟ اور اُن پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو اُن کے اوپر پکڑی ہوئی مٹی کے
پتھر پھینک رہے تھے، پھر اُن کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں کا) کھایا ہوا بھوسا۔

اے خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، مگر اصل مخاطب نہ صرف قریش، بلکہ عرب کے عام لوگ
ہیں جو اس سارے قصے سے خوب واقف تھے۔ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اَلَمْ تَرَ (کیا تم نے نہیں دیکھا،
کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور ان سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ عام لوگوں کو مخاطب کرنا ہے مثال
کے طور پر آیات ذیل ملاحظہ ہوں: ابراہیم، آیت ۱۹- الحج ۱۸- ۶۵- النور ۲۳- لقمان ۲۹- ۳۱- فاطر ۲۷- الزمر ۲۱-
پھر دیکھنے کا لفظ اس مقام پر اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ مکہ اور اطراف مکہ اور عرب کے ایک وسیع علاقے میں مکہ سے
بین تک ایسے بہت سے لوگ اُس وقت زندہ موجود تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اصحاب الفیل کی تباہی کا واقعہ
دیکھا تھا، کیونکہ اس واقعہ کو گزرے ہوئے چالیس پینتالیس سال سے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا، اور سارا عرب ہی
اس کی ایسی متواتر خبریں دیکھنے والوں سے سن چکا تھا کہ یہ واقعہ لوگوں کے لیے آنکھوں دیکھے واقعہ کی طرح یقینی تھا۔
۷۷ یہاں اللہ تعالیٰ نے کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہیں کی کہ یہ ہاتھی والے کون تھے، کہاں سے آئے تھے اور
کس غرض کے لیے آئے تھے۔ کیونکہ یہ باتیں سب کو معلوم تھیں۔

۷۸ اصل میں لفظ کید استعمال کیا گیا ہے جو کسی شخص کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ تدبیر کے معنی میں بولا

جانتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں خفیہ کیا چیز تھی؟ ساٹھ ہزار کا لشکر کئی ماٹھی لیے ہوتے علانیہ مہینے سے مدہ آیا تھا، اور اُس نے یہ بات چھپا کر نہیں رکھی تھی کہ وہ کعبہ کو ڈھانے آیا ہے۔ اس لیے یہ تدبیر تو خفیہ نہ تھی۔ البتہ جو بات خفیہ تھی وہ حبشہ کی یہ غرض تھی کہ وہ کعبہ کو ڈھا کر، قریش کو کچل کر، اور تمام اہل عرب کو مرعوب کر کے تجارت کا وہ راستہ عربوں سے چھین لینا چاہتے تھے جو جنوب عرب سے شام و مصر کی طرف جاتا تھا۔ اس غرض کو انہوں نے چھپا رکھا تھا اور ظاہر یہ کیا تھا کہ اُن کے کلیسا کی جو بڑے حرمتی عربوں نے کی ہے اس کا بدلہ وہ اُن کا معبد ڈھا کر لینا چاہتے ہیں۔

۳۔ اصل الفاظ ہیں فی تَضَلُّلٍ۔ یعنی ان کی تدبیر کو اُس نے گمراہی میں ڈال دیا۔ لیکن محاورے میں کسی تدبیر کو گمراہ کرنے کا مطلب اسے ضائع کر دینا اور اسے اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام کر دینا ہے، جیسے ہم اردو زبان میں کہتے ہیں فلاں شخص کا کوئی داؤد نہ چل سکا، یا اس کا کوئی تیر نشانے پر نہ بیٹھا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا وَ مَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مَّگمہ کافروں کی چال اکارت ہی گئی۔ (المومن - ۲۵)۔ اور دوسری جگہ ارشاد دُونَ اللَّهِ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ۔ اور یہ کہ اللہ خائنوں کی چال کو کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا۔ (یوسف - ۵۲)۔ اہل عرب امرؤ القیس کو الْمَلِكِ الضَّلِيلِ، ضائع کرنے والا بادشاہ کہتے تھے، کیونکہ اس نے اپنے باپ سے پائی ہوئی بادشاہی کو کھو دیا تھا۔

۴۔ اصل میں طَبْرًا أَبَابِلَ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں چونکہ ابابیل ایک خاص قسم کے پرندے کو کہتے ہیں اس لیے ہمارے ہاں لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ابرہہ کی فوج پر ابابیل بھی گئی تھیں لیکن عربی زبان میں ابابیل کے معنی ہیں بہت سے متفرق گروہ جو پے درپے مختلف سمتوں سے آئیں، خواہ وہ آدمیوں کے ہوں یا جانوروں کے۔ عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھنڈ کے جھنڈ پرندے بحر احمر کی طرف سے آتے تھے۔ سعید بن جبیر اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس طرح کے پرندے نہ پہلے کبھی دیکھے گئے تھے نہ بعد میں دیکھے گئے۔ یہ نہ نجد کے پرندے تھے، نہ حجاز کے، اور نہ تہامہ، یعنی حجاز اور بحر احمر کے درمیان ساحلی علاقے کے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان کی چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پیچھے کتے جیسے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ ان کے سر شکاری پرندوں کے سروں جیسے تھے۔ اور تقریباً سب راویوں کا متفقہ بیان ہے کہ ہر پرندے کی چونچ میں ایک ایک گنکر تھا اور پنجوں میں دو دو گنکر تھے بعض لوگوں کے پاس یہ گنکر ایک مدت تک محفوظ رہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے نو قل بن ابی معاویہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے وہ گنکر دیکھے ہیں جو اصحاب الفیل پر پھینکے گئے تھے۔ وہ مٹر کے چھوٹے دانے کے برابر سیاہی مائل ٹرخ تھے۔

ابن عباس کی روایت ابو نعیم نے یہ نقل کی ہے کہ وہ چلیغوزے کے برابر تھے اور ابن مردودہ کی روایت میں ہے کہ بکری کی میٹنی کے برابر۔ ظاہر ہے کہ سارے سنگریزے ایک ہی جیسے نہ ہونگے۔ اُن میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔

۱۷۔ اصل الفاظ ہیں حَجَارَةٌ مِّنْ سَجَّيْلٍ، یعنی سَجَّیْل کی قسم کے پتھر۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اُسل فارسی کے الفاظ سنگ اور گِل کا مُعَرَّب ہے اور اس سے مراد وہ پتھر ہے جو مٹی کے گارے سے بنا ہوا درپک کہ سخت ہو گیا ہو۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ سورہ ہود آیت ۸۲ اور سورہ حجر آیت ۷۴ میں کہا گیا ہے کہ قوم نُوط پر سَجَّیْل کی قسم کے پتھر برسائے گئے تھے، اور انہی پتھروں کے متعلق سورہ ذاریات آیت ۳۳ میں فرمایا گیا ہے کہ وہ حَجَارَةٌ مِّنْ طِیْنٍ، یعنی مٹی کے گارے سے بنے ہوئے پتھر تھے۔

مولانا حمید الدین فراہی مرحوم و مغفور جنہوں نے عہدِ حاضر میں قرآن مجید کے معانی و مطالب کی تحقیق پر بڑا قیمتی کام کیا ہے، اس آیت میں تَوٰمِیْنِہِم کا فاعل اہل مکہ اور دوسرے اہل عرب کو قرار دیتے ہیں جو اَلَمْ تَوٰ کے مخاطب ہیں، اور یزیدوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ سنگریزے نہیں پھینک رہے تھے، بلکہ اس لیے آتے تھے کہ اصحاب الفیل کی لاشوں کو کھائیں اس تاویل کے لیے جو دلائل انہوں نے دیئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالمطلب کا ابرہہ کے پاس جا کر کعبہ کے بجائے اپنے اوتھوں کا مطالبہ کیا کسی طرح باور کرنے کے قابل بات نہیں ہے، اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ قریش کے لوگوں اور دوسرے عربوں نے، جو حج کے لیے آتے ہوئے تھے، حملہ آور فوج کا کوئی مقابلہ نہ کیا ہوا اور کعبے کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر وہ پہاڑوں میں جا چھپے ہوں۔ اس لیے صورتِ وقوعہ دراصل یہ ہے کہ عربوں نے ابرہہ کے لشکر کو پتھر مارے، اور اللہ تعالیٰ نے پتھر اڑ کرنے والی طوفانی ہوا بھیج کر اس لشکر کا بھر کس نکال دیا، پھر یہ ندے اُن لوگوں کی لاشیں کھانے کے لیے بھیجے گئے۔ لیکن جیسا کہ ہم دیا چے میں بیان کر چکے ہیں، روایت صرف یہی نہیں ہے کہ عبدالمطلب اپنے اوتھوں کا مطالبہ کرنے گئے تھے، بلکہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اوتھوں کا کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا اور ابرہہ کو خانہ کعبہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ تمام معتبر روایات کی روش سے ابرہہ کا لشکر محرم میں آیا تھا جبکہ حجاج واپس جا چکے تھے۔ اور یہ بھی ہم نے بتا دیا ہے کہ ۶۰ ہزار کے لشکر کا مقابلہ کرنا قریش اور اس پاس کے عرب قبائل کے بس کا کام نہ تھا وہ تو غزوہٴ اُحزاب کے موقع پر بڑی تیاریوں کے بعد مشرکینِ عرب اور یہودی قبائل کی جو فوج لائے تھے وہ دس بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی، پھر بھلا وہ ۶۰ ہزار فوج کا مقابلہ کرنے کی کیسے ہمت کر سکتے تھے تاہم ان ساری دلیلوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور صرف سورہ فیل کی ترتیبِ کلام کو دیکھا جائے تو یہ تاویل اُس کے خلاف پڑتی

ہے۔ اگر بات یہی ہوتی کہ پتھر عربوں نے مارے، اور اصحابِ فیل بھس بن کر رہ گئے، اور اس کے بعد پرندے ان کی لاشیں کھانے کو آتے، تو کلام کی ترتیب یوں ہوتی کہ تَرْمِیْمٌ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیلٍ فَجَعَلْنَاهُمْ لَعْنَةً وَآرْسِلْ عَلَیْہُمْ طَیْرًا اَبَابِیلَ ذِمَّہٗ اُن کو پکی ہوئی مٹی کے پتھر مار رہے تھے، پھر اللہ نے اُن کو کھاتے ہوتے بھس جیسا کر دیا، اور اللہ نے اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیئے۔ لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھیجنے کا ذکر فرمایا ہے، پھر اُس کے مُتَّصِلًا بَعْدَ تَرْمِیْمٍ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیلٍ (جو ان کو پکی ہوئی مٹی کے پتھر مار رہے تھے)، فرمایا ہے، اور آخر میں کہا ہے کہ پھر اللہ نے ان کو کھاتے ہوتے بھس جیسا کر دیا۔

۷۔ اصل الفاظ ہیں لَعْنَةُ مَا کُوِّلَ عَصْفٌ کَالْقِطْرِ رَحْمَانِ آیت ۱۲ میں آیا ہے: وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ اَوْ غُلَّةٌ مِّمَّا یُکْرَمٰی اِس سے معلوم ہوا کہ عَصْف کے معنی اُس چھلکے کے ہیں جو غلے کے دانوں پر ہوتا ہے اور جسے کسان دانے نکال کر بھینک دیتے ہیں، پھر جانور اُسے کھاتے بھی ہیں، اور کچھ ان کے چبانے کے دوران میں گرتا بھی جاتا ہے، اور کچھ ان کے پاؤں تلے روندنا بھی جاتا ہے۔

ضروری تصحیح

تفہیم القرآن، جلد دوم، صفحہ ۶۴۷، سطر ۳ میں ترجمے کی ایک غلطی ہو گئی ہے جس کی اصلاح

ضروری ہے۔ موجودہ ترجمہ یہ ہے:

”بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ جب وہ سامنے آئیں“

اس کو بدل کر یوں کر دیا جائے:-

”بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ جب موسیٰ اُن کے ہاں آئے“